افاداتِ ابنِ قیمؒ

گناہ اور ہماری زندگی پر اس کے اثرات

انتخاب و ترتیب: سعدیہ خاور

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی یہ وسیع و عریض کائنات دراصل ایک امتحان گاہ ہے' جہاں امتحانی پرچہ کو حل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ حدود اور قوانین مقرر کیے ہیں۔ اب جو بھی ان حدود کو پھلانگتا ہے یا قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ گناہ میں قدم رکھتا ہے۔ یہ گناہ اس کی زندگی میں بے قراری و بے چینی پیدا کر دیتے ہیں' جس کی وجہ سے وہ دنیا میں دل کے سکون سے محروم ہو جاتا ہے اور آخرت میں عذابِ الیم سے دوچار ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۭ﴾ (الانعام: ۱۲۰)

''اور چھوڑ دو وہ سب گناہ جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو باطن میں۔''

گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے یا نبی کریم ﷺ کی مبارک سنت سے روگردانی کرنے کو۔ گناہوں کی مثال کینسر کی مانند ہے۔ جس طرح کینسر جسم میں پھیل کر ہماری جسمانی موت کا سبب بن جاتا ہے اسی طرح اگر ہم گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے تو وہ ہماری زندگی میں پھیلتے چلے جائیں گے' حتیٰ کہ ہماری روحانی موت کا سبب بن جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤمن گناہ کے قریب بھی نہیں جاتا' کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا' چھپا ہوا ہو یا ظاہر' یہ مجھے باطنی اعتبار سے ضرور تکلیف پہنچا کر رہے گا۔

عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ:

''میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ جب بھی کوئی گناہ کرتے ہیں تو ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے' مگر اس دروازے کو بند نہیں کرتے جن سے میں دیکھتا ہوں۔ تو کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کمتر درجے کا یہ مجھے ہی سمجھتے ہیں؟''

© rasailojaraid.com

گناہوں کے اثرات ضرور پہنچ کر رہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ (النساء : ١٢٣)

''جو کوئی برا کام کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا''۔

گناہوں کی سزا کی تین صورتیں

دنیا میں انسان کو گناہوں کی سزا تین صورتوں میں ملتی ہے:

(۱) پہلی صورت کا نام ہے نکیر یعنی نقد سزا: اس میں گناہ کے فوراً بعد کوئی نہ کوئی مصیبت یا پریشانی آ جاتی ہے' بالکل ایسے جیسے بچہ بدتمیزی کرے تو ماں فوراً تھپڑ مار دیتی ہے۔ یہ سب سے کم درجہ کی سزا ہوتی ہے۔ آج کل اولاد کی نافرمانی کا اصل سبب بھی یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں تو اس کی نقد سزا ہمیں یہ ملتی ہے کہ اولاد ہماری نافرمانی کرتی ہے۔ اسی طرح گناہ کرنے سے ہمارے رزق' مال اور اولاد وغیرہ سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب انسان نیکی کی زندگی گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق' مال' اولاد' عمل' عزت' صحت' غرض ہر چیز میں برکت عطا فرما دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ......﴾ (الاعراف:٩٦)

''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے......''

لیکن جب انسان گناہ' معصیت اور ناشکری کی روش اختیار کرتا ہے تو اس روش کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴿١١٢﴾﴾ (النحل)

''اور اللہ تعالیٰ ایک ایسی بستی کی مثال بیان کرتے ہیں جو امن اور اطمینان سے زندگی گزار رہی تھی اور انہیں ہر جگہ سے وافر رزق پہنچ رہا تھا' مگر جب انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا تو اللہ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا ان کے اعمال کے سبب۔''

(۲) سزا کے دوسرے طریقہ کا نام تاخیر ہے: یہ پہلی سزا کی بہ نسبت بڑی سزا

© rasailojaraid.c

ہے' کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ انسان کی رسّی کو ڈھیلا کر دیتے ہیں' یہاں تک کہ جب وہ اپنی سرکشی میں حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ آتی ہے۔ چنانچہ گناہ جوانی میں کیے ہوں تو سزا بڑھاپے میں ملتی ہے۔ قرآن خود گواہی دیتا ہے:

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً......﴾ (الانعام:٤٤)

''پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے کھول دیئے' حتیٰ کہ جب وہ اُن بخششوں میں جو انہیں عطا کی گئی تھیں' خوب مگن ہو گئے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا......''

جب گناہ پر گناہ کرنے کے باوجود نعمتیں مل رہی ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب زیادہ بڑی سزا ملے گی۔ اس لیے اللہ کی نافرمانی سے بہت زیادہ ڈرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ ایک حافظِ قرآن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے استاد صاحب نے اسے بدنظری سے توبہ کا کہا' مگر اس نے توبہ نہ کی۔ اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے ۴۰ سال بعد قرآن اس کے حافظے سے محو کر دیا گیا۔

(۳) تیسری صورت کا نام ہے خفیہ تدبیر: یعنی سزا اس طریقے سے ملتی ہے کہ انسان کو پتا ہی نہیں چلتا۔ مثلاً بیٹی کا رشتہ نہ ہو رہا ہو یا کاروبار صحیح نہ چل رہا ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے' حالانکہ اس تصویر کا ایک دوسرا رُخ یہ بھی ہے کہ اگر اللہ کسی کو رزق یا بیٹی کے لیے رشتہ دینا چاہے تو کون ہے جو اسے باندھ سکے؟ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ﴾ (یونس:١٠٧)

''اور اگر پہنچا دے تمہیں اللہ کوئی تکلیف تو کوئی نہیں اس کو دور کرنے والا اُس کے سوا۔ اور اگر وہ پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔''

انسان اپنے حال میں مست رہتا ہے اور اس خفیہ تدبیر کو سمجھ نہیں پاتا۔ عبادات و مناجات سے محرومی بھی سزا کی ایک شکل ہے' مگر ہم اسے سمجھتے نہیں ہیں۔ حضرت حسن بصری ؒ سے کسی نے کہا کہ دل چاہتا ہے تہجد پڑھوں' کوئی طریقہ بتا دیں! تو فرمایا: ''اے دوست! تو اپنے دن کے اعمال کو ٹھیک کر لے اللہ تجھے رات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دے گا''۔

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

حدیث پاک میں ہے:

''جب رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کی ایک جماعت کو حکم دیتا ہے کہ فلاں فلاں بندے میرے نیک اور مقبول بندے ہیں۔ جاؤ اور پَر مار کر اُن کو جگا دو تا کہ وہ اُٹھ کر میری عبادت کریں اور میں ان کی جھولیوں کو بھر دوں''۔

دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جن کی راتیں لہو ولعب میں بسر ہوتی ہیں، مگر انہیں نماز کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

آج ہماری بے قراری و بے چینی اور عبادت سے محرومی ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ جب تک ہم گناہوں کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے پریشانیاں ہماری جان نہیں چھوڑیں گی۔

پریشانیوں پر نیک بندوں کا طرزِ عمل

پریشانیاں اللہ کے نیک بندوں پر بھی آتی ہیں، مگر ان کا طرزِ عمل تین اعتبارات سے مختلف ہوتا ہے:

(۱) کثرتِ عبادت: جب کسی گناہ گار بندے پر پریشانی آتی ہے تو اس کا دھیان عبادت اور خدا کی طرف سے ہٹ کر محض مادی اسباب و وسائل کی طرف ہو جاتا ہے، جبکہ اس صورت حال میں اللہ کے نیک بندوں کا اللہ کی طرف رجوع اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۲) برداشت اور صبر: گناہ گار انسان پریشانی میں اللہ کی طرف سے مایوس ہو جاتا ہے کہ اتنی دعائیں کیں پھر بھی خدا نہیں سنتا ہے، جبکہ اللہ کے نیک بندے سمجھتے ہیں کہ یہ آزمائش اللہ کی طرف سے ہمارے درجات بلند کرنے کی غرض سے آئی ہے اس لیے وہ اور زیادہ صبر و شکر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(۳) دل میں اطمینان: اللہ کے نیک بندوں پر جو بھی پریشانی آتی ہے وہ صرف ظاہر میں ہوتی ہے، ان کا باطن بہت پرسکون اور دل مطمئن ہوتا ہے۔ چنانچہ جب دل میں اُمید بندھی رہے اور اچھے اعمال میں اضافہ ہوتا رہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ پریشانی اس بندے کی بخشش کرانے اور اس کے درجات بلند کرانے آئی ہے۔

دل کی سیاہی کی تین علامات

حدیث نبوی کی رو سے جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لے تو یہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو یہ سیاہی آہستہ آہستہ

© rasailojaraid.com

پورے دل پر چھا جاتی ہے اور انسان کا دل مکمل طور پر سیاہ کر دیتی ہے۔ دل کے سیاہ ہونے کا اندازہ تین باتوں سے کیا جا سکتا ہے۔

(۱) گناہ کی جھجک ختم: جب انسان کے اعمال حد سے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں تو ایک مقام ایسا آتا ہے جب انسان کے دل سے گناہ کی جھجک ختم کر دی جاتی ہے۔ پہلے غیبت کرتے ہوئے دل ڈرتا تھا، مگر اب ساتھ میں جھوٹ اور گالیوں کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ پہلے نامحرم کی طرف دیکھتے ہوئے دل جھجکتا تھا، مگر اب دھڑلے کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے۔ جب کسی کے دل سے گناہ کی جھجک نکال دی جائے تو اللہ سے دوری کا معاملہ شروع ہو جاتا ہے۔

(۲) نصیحت کی بات بری لگتی ہے: جب دل سے گناہ کی جھجک نکل جائے تو کسی کا بھلا بھی اچھا نہیں لگتا، سمجھانے پر آدمی ناراض ہو جاتا ہے۔ ع

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھاتے ہے!

آج کسی کو نماز پڑھنے کا کہو تو بجائے نصیحت پر کان دھرنے کے الٹا جواب ملتا ہے کہ میں نے اپنی قبر میں جانا ہے، تمہیں اس سے کیا؟

(۳) عبادت بوجھ محسوس ہوتی ہے: دل کے سیاہ ہونے کی تیسری علامت یہ ہے کہ عبادت کرنا انسان کو بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے۔ وہ ''اچھا پڑھتا ہوں'' کرتا کرتا نماز قضا کر دیتا ہے۔ اگر نماز پڑھ بھی لیتا ہے تو سلام پھیرتے ہی بھاگ اٹھتا ہے۔ نماز کے بعد کی تسبیحات اور دعا وغیرہ سے اسے بالکل دلچسپی نہیں رہتی اور سنن و نوافل وغیرہ کو تو یکسر چھوڑ دیتا ہے۔

یہ ہیں گناہوں کی ظلمت کی وہ تین نشانیاں جن کی روشنی میں ہم بخوبی جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔

دل کی نورانیت کی تین صفات

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی شخص کا دل اصلاح یافتہ ہو اور گناہوں کی سیاہی سے کالا نہ ہوا ہو تو اس کی بھی تین نشانیاں ہیں:

(۱) چہرے پر نور: جب انسان کا دل سنورتا ہے اور اللہ کی رحمت کی نگاہ بندے پر ہوتی ہے تو ایسے شخص کے چہرے پر نور رہتا ہے۔ اس کی خلوت کی عبادتوں کا نور اس کے چہرے پر سجا دیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.c

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کی طرف سے نبی کریم ﷺ سے سوال کرنے آئے تھے' لیکن مشرف باسلام ہو کر واپس لوٹے۔ تو یہود نے ناراض ہو کر اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا: ''میں نے تو ابھی آپ ﷺ کا چہرہ ہی دیکھا تھا' دل نے گواہی دی کہ اللہ کی قسم یہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہے!''

(۲) دل میں سرور: اللہ کے نیک بندوں کے دل میں سرور و اطمینان ہوتا ہے۔ اللہ کے فکر میں انہیں عجیب مزہ آتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد)

''آگاہ رہو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔''

اللہ کے ان بندوں کو اللہ سے قرب کی وجہ سے جو سرشاری' اطمینان اور سرور و نشاط حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور ذریعے سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۳) اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے: اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا دنیا کے کاموں میں مددگار رہتا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

''اے بندے! ایک تیری مرضی ہے اور ایک میری مرضی ہے' اگر تو چاہے کہ وہ پورا ہو جو تیری مرضی ہے تو میں تجھے تھکا بھی دوں گا اور تیری مرضی کو کبھی پورا نہیں کروں گا۔ اگر تو چاہے کہ وہ پورا ہو جو میری مرضی ہے تو اے بندے بس تیرے کاموں کو سنواروں گا بھی اور تیرے کاموں میں برکت بھی دوں گا''۔

اس بات کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ گھوڑے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تانگے میں استعمال ہونے والے گھوڑے جن کی قیمت ۲۵ سے ۳۰ ہزار تک ہوتی ہے اور دوسرے ریس میں استعمال ہونے والے گھوڑے جن کی قیمت ۲۰ کروڑ تک ہوتی ہے اور ان کی شان ہی الگ ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے یہ ریس لگانے والا گھوڑا دے دیں' میں نے اسے اپنے تانگے میں جوتنا ہے تو اس کا مالک کبھی بھی اس بات پر راضی نہ ہوگا۔ بالکل اسی طرح دین کا کام کرنے والے بھاگتے گھوڑوں کو اللہ تعالیٰ دنیا کی گدھا گاڑی میں لگانا پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دنیا کے کام نہیں اٹکاتے اور ان کے کام خود بخود سنور جاتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم گناہوں کی نحوست سے بچ جائیں تو ہمیں چاہیے کہ پہلے گناہوں سے سچی توبہ کرلیں اور آئندہ گناہوں سے باز آجائیں اور اپنے رب کو راضی کرنے والی زندگی کو اختیار کرلیں۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.c